جنرل پرویز سے مسٹر پرویز تک

پروفیسر خالد شبیر احمد

ماشاء اللہ جنرل پرویز اب مسٹر پرویز ہو گئے ہیں۔ وردی انھوں نے اتار دی ہے۔ وردی جسے وہ اپنی کھال کہا کرتے تھے۔ اب یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ بغیر کھال کے پاکستان کے صدر کے طور پر اپنے فرائض منصبی ادا کریں گے۔ لیکن یہ بات بھی اپنی جگہ پر ایک حقیقت ہے کہ وہ بغیر کھال کے بھی وہی معلوم ہوتے ہیں جو کہ پہلے تھے۔ معلوم ہوا کہ وردی اتر نے سے انسان کے خیالات میں تو کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوتی۔ آپریشن سے مریض کی وہ تکلیف تو دور ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے آپریشن ضروری ہو جاتا ہے لیکن مریض کے شفایاب ہونے کے بعد اُس کے مزاج، اُس کے خیالات، اُس کے اندازِ کار میں تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اور پھر اس عمر کے حصے جس سے مسٹر پرویز گزر رہے ہیں تو کوئی انسان تبدیل ہوتا کبھی نظر نہیں آیا۔ چنانچہ کہا جا سکتا ہے کہ:

''وہی چال بے ڈھنگی جو پہلے تھی سو اب بھی ہے''

اس بے ڈھنگی چال نے اُن کے ابتدائی آٹھ برسوں میں جو ڈھنگ دکھائے' آئندہ پانچ برسوں میں بھی وہی ڈھنگ دیکھنے کو ملیں گے۔ اس لیے کہ وہ فوج سے تو علیحدہ ہو گئے مگر فوج تو اُن سے علیحدہ نہیں ہوئی۔ اُن کے آئین کے تحت وہ اب بھی فوج کے سپریم کمانڈر ہیں۔ نیشنل سیکورٹی کونسل کے صدر اور ۵۸۔ بی' کے اختیار کے مالک بھی ہیں۔ جس کے تحت وہ جب چاہیں ملک کی اسمبلیوں کو توڑ سکتے ہیں۔ اسمبلی کے سر پر یہ تلوار لٹکتی رہے گی اور اسمبلیاں اُن کی مرضی کے مطابق کام کرتی رہیں گی۔

گزرا ہوا وقت تو گزر گیا۔ آنے والے وقت کے بارے میں پہلی بات تو یہی ہے کہ موجودہ سیاسی صورت حال کے تحت ایک محبِّ وطن شہری اس بات کا تصور بھی نہیں کر سکتا کہ وہ بہتر ہوں گے۔ خواہشِ اقتدار نے ملک کے سیاسی، معاشی اور معاشرتی حالات کو داؤ پر لگا رکھا ہے۔ پاکستان کی سیاسی تاریخ پہلے ہی سیاہ ترین تاریخ ہے لیکن اس وقت مسٹر پرویز اور ہماری سیاسی جماعتوں نے باہمی اتحاد سے اسے مزید تاریک، گھناؤنا اور المناک بنا دیا ہے۔ ملکی حالات کو دیکھ کر کہا جا سکتا ہے کہ:

''ہے یہ وہ جامہ' نہیں جس کا کوئی الٹا سیدھا''

انتخابات سر پر ہیں لیکن حالات کے کوئی سر پیر نہیں۔ دنیا کے ممالک میں اگر کوئی معاشی یا پھر سیاسی بحران پیدا ہو جائے تو انتخابات کے ذریعے اُس پر قابو پا لیا جاتا ہے لیکن ہمارے ہاں تو الٹی گنگا بہتی ہے کہ اگر انتخابات سے پہلے بحران نہ بھی ہو تو انتخابات کے بعد بحران پیدا ہو جاتا ہے۔ اب تو ماشاء اللہ' اللہ نظر بد سے بچائے انتخابات سے پہلے ہی شدید نوعیت کا بحران موجود ہے۔ جن شہریوں کے ووٹ سے نمائندے چنے جاتے ہیں' اُن کو حق شہریت سے مسٹر پرویز نے محروم کر رکھا

ہے۔ دستور نام کی کوئی چیز اس وقت ہمارے ملک میں نہیں ہے۔ مسٹر پرویز جب جنرل تھے تو انھوں نے ملک کے دستور پر کمانڈو ایکشن لیا اور دستور کو جی ایچ کیو میں بند کر کے تالے لگا دیئے اور جب انھوں نے مسٹر پرویز بننے کی ٹھانی تو عدلیہ پر شب خون مارا اور اُسے بھی قید کر کے اپنے اقتدار کا راستہ صاف کر لیا۔ اب جس ملک میں نہ کوئی آئین ہو نہ عدالت' اُس ملک میں اگر انتخابات ہو بھی گئے تو وہ ملک کے کون سے مسائل کو حل کر لیں گے۔

عدل وانصاف وہ مرکز ہے جس کے اردگرد پورے معاشرے کا نظم ونسق گھومتا ہے۔ ہر چیز اپنے مرکز کی وجہ سے قائم ودائم رہتی ہے اور اگر مرکز ہی تباہ اور برباد کر دیا جائے تو پھر کونسی چیز تباہی وبربادی سے بچائی جا سکتی ہے۔ چرچل نے دوسری جنگِ عظیم میں جرمنی کی شدید بمباری کے دوران جب کہ ملک تباہی کے دہانے پر کھڑا تھا' یہ بات کہی تھی کہ ہمیں کوئی زیر نہیں کر سکتا۔ ہمارے ملک کی عدلیہ اپنے پاؤں پر کھڑی ہے اور عوام کو عدل وانصاف مل رہا ہے۔ مسٹر پرویز اس کے مقابلے میں یہ کہتے ہوئے اکثر دیکھے گئے ہیں کہ ملک ترقی کر رہا ہے۔ بہتری کی طرف جا رہا ہے۔ معاشی حالات انتہائی بہتر ہیں۔ یہ سب کچھ کیسے مان لیا جائے جب کہ معاشرے میں نہ آئین ہے اور نہ عدلیہ۔ بلکہ عدل کرنے والوں کو اُن کی رہائش گاہوں میں نظر بند کر دیا گیا ہے اور اُن سے کسی کو ملنے کی اجازت تک نہیں۔ اُن کا ملک کے کسی طبقے سے کسی قسم کا کوئی رابطہ نہیں۔ دوسرے لفظوں میں انصاف دینے والے خود انصاف سے محروم ہیں۔ اور اس پر مسٹر پرویز فرحاں وشاداں ہیں کہ دیکھا عدلیہ کو ناکوں چنے چبوا دیئے ہیں۔ اب انھیں کہو کہ میرے خلاف فیصلہ دیں۔ اسی پر تو کہا گیا ہے کہ ''طاقت گمراہ کرتی ہے اور مکمل طاقت مکمل گمراہ کر دیتی ہے۔''

ہر روز مسٹر پرویز اپنی جیب سے ایک نیا قانون نکالتے ہیں اور ملک پر نافذ کر دیتے ہیں۔ ۳ رنومبر کو نیا پی سی او (عارضی آئین) اُس وقت نافذ کیا گیا جب کہ ملک میں سرے سے کوئی صدر ہی نہیں تھا۔ جب کہ آرڈیننس سوائے صدر کے اور کوئی نافذ ہی نہیں کر سکتا۔ اسی لیے تو پی سی او کو مارشل لاء کہا گیا:

مجھ کو ہلا کے رکھ دیا اپنوں کے وار نے
منظر یہ کیسے دیکھے دلِ غم شعار نے
گلشن تمام زد پہ ہے بادِ سموم کی
کیا کیا نہ گل کھلائے فریبِ بہار نے

اِدھر سیاسی رہنما جس روش کو اختیار کیے ہوئے ہیں' اُس کے بارے میں بھی یہی کہا جا سکتا ہے کہ ''اونٹ رے اونٹ تیری کونسی کل سیدھی''۔ کوئی ''انتخابات انتخابات'' لگا رہا ہے تو کوئی ''بائیکاٹ بائیکاٹ'' کی رَٹ لگائے ہوئے ہے۔ حتیٰ کہ دینی رہنماؤں میں بھی اب اتحاد باقی نہیں رہا۔ وہ بھی مروجہ سیاست کی نذر ہو گئے ہیں اور یوں یہ بات درست ثابت ہوئی:

''ہر کہ در کانِ نمک رفت نمک شد''

دینی رہنماؤں نے بے دین سیاست میں ملوث ہو کر اپنا سب کچھ کھو دیا ہے:

''اس عاشقی میں عزتِ سادات بھی گئی''

قاضی صاحب بائیکاٹ کی طرف چل دیئے ہیں اور حضرت قبلہ مولانا' انتخابات کی طرف بلکہ ستم تو یہ ہے کہ آج کی خبر کے مطابق مولانا پاکستان پیپلز پارٹی کے ساتھ مل کر انتخابات میں ''سیٹ ٹو سیٹ ایڈ جسٹمنٹ'' کا پروگرام بنائیں گے:

کیسا رہا فسونِ سیاست کا یہ طلسم
چھنتی ہے گاڑھی واعظوں کی مہوشوں کے ساتھ

انتخابات ہوں یا نہ ہوں، بائیکاٹ ہو یا پھر نہ ہو' حالات تبدیل ہوتے نظر نہیں آرہے۔ جنرل پرویز نے جنرل سے مسٹر بننے تک ایسے اقدامات کر لیے ہیں کہ اب پاکستان بے دین قیادت اور بے دین سیاست کے چنگل سے نکلتا نظر نہیں آتا۔ بار بار تحریکِ پاکستان کی طرف خیال جاتا ہے کہ مسلمانانِ پاک و ہند نے کتنے جوش اور ولولے کے ساتھ تحریک پاکستان کا ساتھ دیا تھا۔ اسلام کے نام پر ووٹ حاصل کیے گئے۔ اس لیے کہ نئے ملک میں خلفائے راشدین کے دور کے نظارے ہوں گے اور عدل وانصاف سستے داموں مہیا کیا جائے گا۔ امیر اور غریب کے درمیان کوئی فرق نہیں ہوگا۔ امیر غریبوں کے ہمدرد ہوں گے اور غریب امیروں کو عزت کی نگاہ سے دیکھیں گے۔ لیکن یہ کیا کہ معاملہ بالکل اس کے برعکس ہے۔ امیر اور غریب کے درمیان فرق دن بدن بڑھتا ہی چلا گیا۔ عدل وانصاف کی راہیں مسدود ہو کے رہ گئیں اور خلفائے راشدینؓ کے دور کی بجائے اب شریعت کے نفاذ کا مطالبہ کرنے والوں کو گولیوں کا نشانہ بنادیا جاتا ہے۔ طالبان کا کیا قصور تھا۔ وہی قصور شمالی اور جنوبی وزیرستان کا' وہی قصور اب سوات میں رہنے والوں کا ہے۔ انگریز سامراج نے جہاد کو منسوخ کرنے کے لیے جعلی نبی پیدا کیا۔ اب وہ تجربہ ناکام ہوگیا۔ اس جعلی نبی کے اصلی خدوخال دنیا پر واضح ہوگئے۔ اب کسی کو جرأت نہیں کہ وہ نبوت کا دعویٰ کرے لیکن اس کی جگہ اب ''نیا جال لائے پرانے شکاری'' کی مصداق جہاد کرنے والوں کو دہشت گرد کہا جاتا ہے۔ اور انھیں انتہا پسند کے لقب سے نوازا جاتا ہے۔ ان کے خلاف اقدام کرنے والوں کو روشن خیال۔ حالاں کہ نہ روشن خیالی کی وضاحت سامنے لائی گئی ہے اور نہ ہی اس بات کا آج تک پتا چلا ہے کہ دہشت گرد کون ہوتے ہیں اور دہشت گردی سے مراد کیا ہے:

بے حالیٔ حالات نے تڑپا کے رکھ دیا
آنکھوں کو نم دیا ہے دلِ غم گسار نے

یہ صورت حال پریشان کن تو ہے لیکن ہم مایوس نہیں کہ مایوسی گناہ ہے۔ مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''دین وسیاست'' کے صفحہ ۲۵۲ پر ایسے حالات میں مسلمانوں کے لیے درج ذیل عبارت تحریر کی ہے:

''بعض حکومتیں اس وقت بھی ایسی ہیں جو ان پرانے دقیانوسی ظالمانہ طریقوں سے تو نہیں لیکن نئی شاطرانہ چالوں اور سیاسی عیاریوں سے مسلمانوں کو اسلام سے (بلکہ خدا اور مذہب کے ہر ماننے والے کو اس کے مذہب اور خدا سے) توڑنے کی کوشش خفیہ وعلانیہ کرتی ہیں۔ لیکن انھوں نے خدا پرستی اور کسی مذہب کے ماننے کو قانوناً جرم قرار نہیں دیا ہے۔ بلکہ جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا ہے کہ دوسرے مکارانہ طریقوں سے وہ اس مقصد کو حاصل کرنا چاہتی ہیں۔

ایسی حکومتوں کے مسلمان شہریوں کے لیے لائحہ عمل یہ ہے کہ وہ خدا اور اُس کے مقدس دین کی سچی وفاداری اور اس راہ میں عزیمت اور صبر کو اپنی پالیسی کی بنیاد بنائیں اور اپنے گھروں میں خدا پرستی اور اسلامی زندگی کی فضا قائم رکھنے کے لیے اور نئی نسل کو دینی تعلیم و تربیت کے لیے جو تدبیر اور جو محنت و کوشش اپنے موجودہ حالات میں کر سکتے ہوں اس میں کمی نہ کریں۔ (ہماری سوچی سمجھی رائے یہ ہے کہ اگر سچا احساس اور صادق عزم ہو تو یہ سب کچھ ہو سکتا ہے اور اسی کے ساتھ اپنی ملکی حکومت کو اس غلطی سے بچانے کے لیے اور حالات کو بہتر بنانے کے لیے جو خیر خواہانہ اور دانش مندانہ تدبیریں اور کوششیں ممکن ہوں اُن سے غافل نہ رہیں۔ اس کے راستے سیاسی بھی ہو سکتے ہیں اور بالکل غیر سیاسی بھی اور ان کی کوششوں کے نتیجے ایسے بھی نکل سکتے ہیں جن کا عام انسانوں کو وہم وگمان بھی نہ ہو۔ اللہ کی قدرت ہماری سوچ، فکر اور ہمارے قیاس و اندازہ سے بہت وسیع ہے اور اس کی غیر مبدل سنت اور اس کا یہ قطعی وعدہ ہے کہ اُس پر ایمان لانے والے اُس کے بندے اگر اُس کے ساتھ سچی وفاداری کا ثبوت دیں گے اور ایسے ناموافق اور صبر آزما حالات میں جو کچھ وہ کر سکتے ہیں اُس کے کرنے میں کمی نہ کریں گے تو اللہ تعالیٰ اُن کی مدد فرمائے گا اور پردۂ غیب سے وہ اُن کی مشکلات کو حل کر کے اُن کے موافق بنا دے گا۔''

مجلس احرار اسلام ایسے حالات میں یہی کچھ کر رہی ہے۔ مجلس احرار اسلام کا ملک کی اس انتخابی سیاست سے کوئی سروکار نہیں۔ ہم مولانا منظور نعمانیؒ کی اس نصیحت کے مطابق اپنے تمام وسائل کو بروئے کار لا کر دین اسلام سے لگاؤ اور حکومتِ الٰہیہ کے لیے عوام کی ذہن سازی میں مصروفِ کار ہیں۔ آیئے! ہمارے ساتھ تعاون کیجیے کہ یہی خدا کی رضا کے حصول کا موثر اور بہترین ذریعہ ہے۔

مجلس احرار اسلام یہ سمجھتی ہے کہ اس وقت جو کچھ بھی ہمارے ملک میں ہو رہا ہے۔ یہ فرنگی سیاست اور فرنگی تہذیب وتمدن کے برگ و بار ہیں۔ جن کے بارے میں مصورِ پاکستان علامہ اقبالؒ آج سے ایک عرصہ پہلے کہہ گئے ہیں:

فسادِ قلب و نظر ہے فرنگ کی تہذیب
کہ روح اس مدنیت رہ سکی نہ عفیف
رہے نہ روح میں پاکیزگی تو ہے ناپید
ضمیر پاک و خیال بلند و ذوقِ لطیف

لیکن اس کے ساتھ ہی یہ کہہ کر مسلمانوں کو حوصلہ اور دلاسا بھی دیتے ہیں:

جہانِ نو ہو رہا ہے پیدا وہ عالم پیر مر رہا ہے
جسے فرنگی قعامروں نے بنا دیا ہے قمار خانہ
وہ فکرِ گستاخ جس نے عریاں کیا ہے فطرت کی طاقتوں کو
اسی کی بے تاب بجلیوں سے خطر میں ہے اس کا آشیانہ

(۹ / دسمبر ۲۰۰۷ء)